منزہ مبین

فلابیئر کا شاہکار: مادام بواری

(تعین قدر اور اس کے اردو ترجمے کا جائزہ)

Flaubert's landmark novel Madame Bovary is not just a masterpiece of French but it has also influenced the other genres of Western literature. Its story is apparently simple but Flaubert's multifaceted style has created a unique symbolism in it. Though before this many novels were written and even afterwards this realistic approach influenced a large number of writers, no literary work could come at par with it. It has thematic complexity, internal narrative density and an exuberant style. It is because of these qualities that it is termed as a challenge novel. The manner in which it has been written is a distinctive accomplishment of beauty and artistry. In this novel, Flaubert has invented a style of writing which has knitted together the disparate and antonymous observations and experiences. It has been translated virtually in all the major languages of the world. The renowned Urdu writer, and critic Muhammad Hasan Askri translated it into Urdu. In the following pages, the literary worth and the experience of its characters has been presented. The narrative style adopted in the translation has also been analyzed. But, before anything else, a brief introduction of the novelist has been given.

فلابیئر کا معروف ناول مــادام بواری نہ صرف فرانسیسی زبان کا ایک شاہکار ناول ہے بلکہ اس نے مغربی ادب کی دیگر اصناف کو بھی متاثر کیا ہے۔ اس کی کہانی بظاہر سادہ سی ہے مگر فلابیئر کے اسلوب کی تہہ داری نہ اس میں رمزیت کا انداز بھی پیدا کر دیا ہے۔ اس قبل بھی بہت سے ناول لکھے گئے اور بعد میں تو اس کی حقیقت پسندانہ نہج نے بہتوں کو متاثر کیا مگر فکشن کی تاریخ میں اس کا ہم پلہ ناول اور کوئی نہ ہوسکا۔ اس ۔۔۔سے ناول کی پیچیدگی اس کے موضوع کی نشست اس کے اسلوب میں زیادہ ہے۔ اسی وجہ سیا سے ایک چیلنج ناول کہا گیا ہے۔ اس کا اسلوب حسن اور فنکاری کا انوکھا کارنامہ ہے۔ اس ناول میں فلابیئر نے ایک ایسا اسلوب نثر تخلیق کیا ہے جو مختلف اور متضاد، مشاہدے اور تجربے کو ان واحد میں گرفت میں لانے کا ہنر بن گیا ہے۔ مادام بواری دنیا کی تقریباً ہر بڑی زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اردو کے ممتاز نقاد اور مترجم محمد حسن عسکری نے اسے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ذیل میں ہم اس ناول کی تعین قدر کے ساتھ ساتھ اس کے کرداوں کا بھی ایک تجربہ پیش کریں گے اور اس کے اردو ترجمے میں اختیار کی جانے والی نثر کے اسلوب کا بھی جائزہ لیں گے۔ مگر سب سے پہلے ناول کے مصنف گستاؤ فلابیئر کا ایک اجمالی جائزہ پیش ہے۔

گستاوَ فلابیئر 18دسمبر1821ءکوفرانس کے قصبے روئیون میں پیدا ہوا۔اس کے والد ایک ماہر سرجن اور ہسپتال کے ہیڈ تھے۔فلابیئر بہن بھائیوں میں چوتھے نمبر پر تھا۔یہ ایک حساس اور خاموش مزاج لڑکا تھا۔مطالعے کا بے حد شوقین تھا۔فلابیئر نے سکنڈری سکول روئیون میں تعلیم حاصل کی۔فلابیئر کا خاندان ہسپتال کے احاطے میں ہی قیام پزیر تھااور اس نے بہت جلد سائنسی تکنیک کے بارے میں مہارت حاصل کر لی۔1841ء میں فلابیئر کو اسکی مرضی کے بر خلاف پیرس قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیج دیا گیا۔پیرس میں اس ادبی حلقہ سے وابستگی اختیار کر لی۔ان تجربات نے اس کی تخلیقی صلاحیتوں میں ہیجان برپا کر دیا۔1844ء میں فلابیئر شدید اعصابی تناؤ کا شکار ہوگیاجس کاتعلق مرگی سے تھا۔اس اعصابی تناؤ کی وجہ سے وہ وطن واپس لوٹ آیا اور روئیون کے ایک نواحی علاقے لی کروسیٹس میں رہنے لگا تاکہ صحت بہتر ہو سکے۔لی کروسیٹس میں رہ کرفلابیئر بہت خوش ہوا وکالت سے چھٹکارہ مل گیا،اور اب اسکا زیادہ تر وقت مطالعے میں صرف ہونے لگا۔فلابیئر نے 50-1849ء میں مشرق کی سیاحت کی ۔اس دوران اس نے مصر،شام،ترکی،یونان کا سفر کیا۔

فلابیئر کے صرف چند قریبی دوست تھے۔اس کی زندگی میں دوخواتین آئیں۔ایک کا نام ایلس سیکلنگر جوکہ شادی شدہ خاتون تھی ۔فلابیر نے پندرہ برس کی عمر میں اس سے شادی کر لی،لیکن مزاج نہ ملنے کے سبب جلد ہی الگ ہوگئے۔دوسری خاتون لوئیس کولٹ تھی جو ایک شاعرہ تھی۔فلابیئر کا کولٹ سے تعلق1846-1854ءتک رہا۔ان دونوں کی ملاقاتیں بہت کم ہوئیں۔خط وکتابت کثرت سے ہوتی تھی۔فلابیئر نے دیکھا کہ لوئیس کا تصور جیسا اس کے تخیل میں تھا،درحقیقت لوئیس ویسی نہیں ہے لہذا اس نے لوئیس کو چھوڑ دیا اور تنہا زندگی گزارنے کو ترجیح دی۔

فلابیئر ایک مردم بیزار اور گوشہ نشین انسان خیال کیا جانے لگا۔وہ غیر صحت مندانہ رویے،قنوطیت کے سبب شدید تنقید کا نشانہ بنا۔سست رو انسان تصور کیا جانے لگا۔فلابیر نے متوسط طبقے میں زندگی گزاری تھی بچپن میں اس کی خواہشات حالات کی ناسازکاری کی بنا پر ادھوری رہیں۔اس لیے ہمیشہ متوسط طبقے سے بیزار رہا۔تخیلاتی دنیا نے ان خواہشات کے مکمل ہونے کا بھرپور احساس دلایا جوحقیقت میں ممکن نہ تھا۔خواہشات کے اس ادھورے پن کا اثر اس کی آئندہ آنے والی زندگی پر بھی پڑا۔فلابیئر کی تنہائی اور ناخوش گوار زندگی کا اثر اس کے عظیم کام مادام بواری میں واضح نظر آتا ہے۔فلابیئر نے مادام بواری کی صورت میں اپنی زندگی کا خاکہ پیش کیا۔معاشی طور پر زیادہ خوشحال نہ تھا۔اس نے مادام بواری کی اول اشاعت سے پہلے پانچ سالوں میں صرف پانچ سو کمائے۔اس کا کا ادبی سرمایہ تصانیف درج ذیل ہیں۔

تصانیف:

۱۔ مادام بواری ، 1857ء، انسانی نفسیات اور حقیقت نگاری پر مبنی ناول ہے۔

۲۔ سلامبو ، 1862ء ،carthage کی جنگ پر تاریخی ناول ہے۔

۳۔ *Sentimantal Eduction* 1860ء، انسانی گھٹن اور متوسط طبقے کی تمناؤں کے متعلق ہے۔

۴۔ The Temptation of Saint Anthony، 1874ء ،اسکا موضوع مذہب ہے۔

۵۔ The three tales، 1877ء، یہ تین مختصر کہانیاں ہیں۔

۶۔ The candidate failed after few performance، 1874ء،یہ ایک ڈرامہ ہے۔

۷۔ Bouvard and pechuhet، 1881ء ،میں یہ آخری ناول شائع ہوا۔

مادام بواری حقیقت نگاری پر ایک بہترین ناول تصور کیا جاتا ہے۔حقیقت نگاری کا رجحان رومانیت کا ردِعمل بھی تھااور اس کے متوازی چلتا ایک فطری عمل بھی۔دونوں میں بنیادی فرق زاویہ نگاہ کا ہے۔رومانی ادیب کسی شے کے ٹھوس وجود کے بجائے اس کی باطنی حیثیت کو تلاش کرتا ہے اور تخیل کی آنکھ سے مختلف توجیہات سامنے لاتا ہے۔حقیقت نگار کے لیے بنیادی بات شے کا ظاہری پہلو ہوتا ہے۔ظاہر کی پرتیں کھولتے کھولتے وہ اس کے باطن میں اترتا اور جو کچھ نظر پڑتا ہے بیان کر دیتا ہے۔اس عمل میں اگرچہ دونوں اپنے اپنے انداز سے کام کرتے ہیں لیکن نہ تو رومانی ،شے کے ظاہری وجود کو قطعاً فراموش کر سکتا ہے،اور نہ حقیقت نگار تخیل کی آنکھ مکمل طور پر بند کر سکتا ہے۔حقیقت نگاری کا مطمع نظر ادب میں عصری مسائل و مشکلات کو تمام تر جزئیات کے ساتھ بیان کرنا اور زندگی کی موجود حقیقی الجھنوں کی نقاب کشائی کرنا تھا۔حقیقت نگاری کا کڑا معیار فوٹو گرافی کے مترادف ہے۔حقیقت نگار فوٹو گرافر کی طرح اپنی مرضی اور ذاتی پسند و ناپسند سے قطع نظر منظر کو فوکس کرتا ہے۔موجود صورت حال میں جو چیز جس انداز اور جس ترتیب میں ہے اسی انداز اور ترتیب سے پیش کر دیتا ہے۔فلابیئر کے اس ناول مادام بواری میں لوگوں اور روزمرہ زندگی کی لفظوں میں تصویر کشی کی گئی ہے۔پورے ناول میں واقعات کو ایک خاص ترتیب اور تسلسل کیساتھ پیش کیا گیا ہے۔جزئیات پر مکمل مہارت نظر آتی ہے تاکہ ماحول اور واقعات میں اختلاج برپا نہ ہو۔اگرچہ اس ناول میں مصنف نے افسردہ متوسط طبقے کی تصویر کشی کی ہے لیکن کہیں بھی ہمیں ناول کی فضا افسردہ ہوتے دیکھائی نہیں دیتی ہے۔لوگوں کی تنقیدی آراء جوانھوں نے اس ناول مادام بواری کی گہرائی کو سمجھے بغیر دیں تھیں،سن کرفلوبیر بہت دل برداشتہ ہوا تھا۔عوام کی شدید مخالفت کے سبب 1857ء میں اس پر سماجی اقدار اور مذہب کے خلاف قدم اٹھانے کی وجہ سے مقدمہ چلایا گیا۔کافی تگ و دو کے بعد فلابیئر نے مقدمہ جیت لیا۔یوں فلابیئر نے مادام بواری کی اگلی اشاعت میں ناول کا انتساب پیرس کی انجمن وکلا کے رکن ،قومی مجلس کے سابق صدر ،اور امورداخلہ کے سابق وزیر''ماری آں توان ژیول سینار'' کے نام کیا ہے۔فلابیئر نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ

> عزیز اور نامور دوست! مجھے اجازت دیجیے کہ اس کتاب کی لوح پر انتساب کے ضمن میں آپ کا نام تحریر کروں، کیونکہ اس کی اشاعت کے لیے میں سب سے زیادہ آپ کا احسان مند ہوں ۔آپ نے اس کتاب کے مقدمے کی پیروی میں جو شاندار بیان دیا ہے اسے پڑھنے کے بعد میری تصنیف نے گویا خود میری نظروں میں ایک غیر متوقع وقعت حاصل کر لی ہے،لہذا میرا یہ ہدیہء تشکر قبول فرمائیے ۔خواہ یہ ہدیہ کتنا ہی زبردست کیوں نہ ہو،لیکن آپ کی خوش بیانی اور آپ کی فرض شناسی کا ہم پلہ کبھی نہیں ہوسکتا۔۱

فلابیئر کی کوشش تھی کہ ناول حقیقی زندگی کا عکس نظر آئے۔اس نے پہلے ان تمام جگہوں کا سفر کیا ،ان کی تفصیلات سے مکمل آگاہی حاصل کی جن کے متعلق اس نے لکھا۔ مثلاً زراعت کے حوالے سے توہمات پرستی مختلف علاقوں خصوصی طور پر گاؤں کے مسائل پر لکھا۔اگر کوئی بھی شخص یہ ناول پڑھے تو اس دور میں فرانس کے حالات ،وہاں کے رسم و رواج، مذہبی معاملات ،معمولات سے آگاہی تاریخ کی بے شمار کتابوں کو کی ورق گردانی کے بغیر حاصل ہو جائے گی۔فرانسیسی ادب میں مادام بواری نے حقیقت نگاری کی روایت کی بنیاد ڈالی۔اس وجہ سے اسے کلاسیک کا درجہ ملا۔

مادام بواری کے اہم اور ثانوی کردار کچھ اس طرح سے ہیں:

اہم کردار :

ایما بواری: لفظوں میں تصویر کشی کرنے والی ،غیر زمہ دار ،ناپختہ ذہن کی مالک خاتون ہے۔اعصابی بدنظمی کا شکار جو حقیقی زندگی میں ڈھلنے کے لائق نہیں ہے۔

شارل بواری: ایما بواری کا شوہر ہے۔پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر ہے۔شارل کے ہاں ذہانت اور تخیل کا فقدان ہے۔غیر جارحانہ انداز کا مالک ہے۔دین و دنیاوی کاموں میں رسمی دلچسپی رکھتا ہے۔

رودولف: ایما بواری کا پہلا پیار ،انتہائی زیرک اور سمجھ دار انسان ہے۔

لے اوں: ایما بواری کا پہلا دوست اور دوسری محبت ہے۔پیشے کے اعتبار سے وکیل ہوتا ہے۔

اویسواومے: پیشے کے اعتبار سے کیمسٹ ہے۔متوسط طبقے کی فلاح و بہبود کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔

ثانوی کردار:

انڈویلئیر : ایک بہت بڑا جاگیردار شارل بواری اور ایما بواری کو عظیم الشان حویلی میں دعوت پر بلاتا ہے۔

میسوشارل ونی بار ولومے بواری: شارل بواری کا باپ ۔

مادام دوبوک : شارل بواری کی پہلی بیوی۔

برت: ایما بواری اور شارل بواری کی بیٹی ہے۔

مادام لفراں سوا : سرائے کی مالکہ ہے۔

میسو لیوریو: تاجر پیشہ ہے جو دوسرے شہروں سے چیزیں لا کر بیچتا ہے۔

ایپولست: مریض تھا بواری نے اس کے مڑے ہوئے پیر کا علاج کیا تھا۔

تیوروردواو: ایما بواری کا باپ ہے۔

اندھا بھکاری : بدنما خدوخال والا انسان ہے جس کی آواز اور شخصیت ایما بواری کو دہشت زدہ کر دیتی ہے۔

بنت : یونی ویل علاقے کا ٹیکس کنٹرولر تھا۔

جب ہم ان کرداروں کا تنقیدی اور تقابلی نظر سے جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے ناول کی ہیروئن ایما بواری کو مسلسل تبدیلی کی ضرورت ہے۔ پورے ناول میں ایما ایک کام شروع کرتی ہے تو پھر اسے دوسرے کام کیلئے روک دیتی ہے۔ ہمیشہ نئے کی تلاش وجستجو میں لگی رہتی ہے۔ایما حد درجہ رومانوی ہے اور افسانوی دنیا میں رہنا پسند کرتی ہے۔جذباتی عورت ہے۔مثلاً

نفسانی خواہشات،مال و دولت کی تمنا،اور شدید محبت کی افسردگی یہ سب چیزیں گھل مل کر ایک واحد کرب و اذیت بن گئیں،اور اس طرف سے اپنی توجہ ہٹانے کے بجائے ایمااس دکھ سے اور بھی لپٹتی چلی گئی ۔وہ بڑھ بڑھ کے سردردوغم مول لینے لگی۔۔۔۔ان مخملیں لباسوں کا رنج کرتی جو اسے حاصل نہ ہوئے،اس خوشی کے سوگ میں سر دھنتی جو ہاتھ سے نکل گئی،اپنے آسمان سے باتیں کرنے والے خوابوں کو روتی ،اپنے گھر کی تنگ و تاریک فضا پر کڑھتی۔۲

راہبانی کے دوران اس نے رومانوی کہانیاں پڑھیں جن کی وجہ سے وہ حقیقی دنیا کو دیکھنے کی سکت نہیں رکھتی تھی۔اس کی ساری توجہ رومانس کی طرف رہتی تھی۔ بالآخر وہ اپنے خوابوں کے ساتھ اکیلی رہ جاتی ہے۔متوسط طبقے کی عورت تھی اور اس سے چھٹکارہ چاہتی ہے۔ شارل بواری کے ہاں خداداد صلاحیتوں کا فقدان ہے لیکن وہ حد درجہ محنتی انسان ہے جیسا کہ ہم ناول میں دیکھتے ہیں:

یہ لیکچر اس کی سمجھ میں آتے ہی نہ تھے،چاہے وہ کتنے غور سے کیوں نہ سنے،کوئی بات اس کے پلے ہی نہ پڑتی تھی،بہرحال وہ کام کئے جا رہا تھا۔نوٹ لینے کے لیے جلد والی کاپیاں اس کے پاس تھیں۔وہ ساری کلاسوں میں حاضر رہتا ،اور ایک بھی لیکچر اس سے چھوٹنے نہ پاتا،وہ اپنا روز کا کام کولھو کے بیل کی طرح کرتا جو آنکھیں بند کئے گول گول گھومتا رہتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ میں کیا کام کر رہا ہوں۔۳

وہ کسی بھی عورت کے زیراثر بآسانی آجاتا تھا۔سب سے پہلے اس کی ماں اس پر حکومت کرتی ہے،جو اس کی شادی ایک ایسی عورت سے کر دیتی ہے جو اس سے بیس سال بڑی اور بیوہ ہوتی ہے۔شادی کے بعد شارل بواری اپنی بیوی دوبوک کا ہر حکم بجا لاتا ہے۔دوبوک کی وفات کے بعد اس کی توجہ کا محور و مرکز ایما بواری ہو جاتی ہے۔وہ اس قدرست اور انجان ہوتا ہے کہ ایما بواری کی غیر مطمئن زندگی کو بھی نہ جانچ سکا۔وہ ان دونوں کے اس فرق کو نہ جان سکا جو ان دونوں کی زندگیوں کے درمیان حائل ہو چکا تھا۔

ذیل کے پیراگراف میں اس امر کا بخوبی اظہار ہوا ہے:

شارل کی گفتگو ایسی معمولی اور بے رنگ ہوتی تھی جیسے سڑک کا کھڑنجا،۔۔۔نہ تو اس سے کوئی جذبہ پیدا ہوتا

تھا ،نہ ہنسی،نہ کوئی اور خیال،۔۔۔۔اس کے برعکس کیا مرد کے لیے ضروری نہیں کہ وہ ہر بات سے واقف ہو،طرح طرح کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہو،عورت کو جذبے کی قوتوں ،زندگی کی لطافتوں اور تمام اسرارورموز سے آگاہ کرے؟لیکن یہ مرد نہ تو کچھ سکھاتا تھا،نہ خود کچھ جانتا تھا،نہ اس کے دل میں کوئی خواہش تھی،وہ سمجھتا تھا کہ ایما خوش ہے اور ایما کو یہ بے فکری اور دل جمعی یہ پرسکون بے رنگی بڑی ناگوار گزرتی تھی، بلکہ اسے تو وہ خوشی تک کھلتی جو شارل کو اس سے حاصل ہوتی تھی۔۴

اس کے برعکس لے اوں اور ایما بواری کے درمیان جب پہلی ملاقات ہوتی ہے اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ دونوں یکساں خیالات کے حامل ہیں،دونوں مادہ پرست تھے۔ لے اوں کو عورتوں سے محبت کا کوئی تجربہ نہ تھااس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تخیلاتی اور جذباتی گزارا۔جب وہ پیرس گیا اس میں اعتماد آیا ۔ اس کے تین سال بعد جب وہ اور ایما ملے تو اس نے اظہارِ محبت کیا۔فلابیئر نے ناول میں لے اوں کے بدلتے رویے اور ایما کی خوفناک حد تک جذباتیت کو نمایاں کیا ہے:

ایما نے یکا یک اس کے سینے پر سر رکھ کر رونا شروع کیا تو اسے بڑی اکتاہٹ ہوئی،اور ان لوگوں کی طرح جو تھوڑی دیر سے زیادہ موسیقی نہیں سن سکتے اس کا دل اس محبت کی آواز سن کراونگھنے لگا جس کی نفاستوں کی طرف اب اس کی توجہ ہی نہیں تھی۔۔۔۔اگر لے اوں اس سے اکتا گیا تھاتو وہ بھی لے اوں سے بے زار ہو چکی تھی۔ایما کو زنا کاری میں بھی وہی بےلطفی اور سیٹھا پن ملا جو شادی میں ملا تھا۔۵

پورے ناول میں رودولف واحد کردار ہے۔جو ایما کو پہلی ملاقات میں ہی سمجھ جاتا ہے ۔اس کی زندگی کا پیشتر حصہ عورتوں کی نفسیاتی مطالعے میں گزرا۔وہ جان چکا تھا کہ ایما اپنے شوہر سے بے زار ہے ۔رودولف ایما کی خوبصورتی سے متاثر تھالیکن اس کا کوئی بھی عشق زیادہ عرصہ نہ چلتا تھا۔

سب عورتیں ایک ساتھ اس کے تصورات میں گھس پڑیں،اور ایسی گھچا پچ ہوئی کہ فرداً فرداً ہرایک کی آب و تاب جاتی رہی،وہ سب گھٹ کرمحبت کی ایک ہموار سطح پر آگئیں،اور ان میں اونچے نیچے کی تمیز غائب ہوگئی ،چنانچہ ملے جلے ہوئے خط مٹھیوں میں بھر بھر کر وہ یوں ہی دل ہی دل میں کہنے لگااچھا خاصا حماقتوں کا پلندہ ہے!گویا یہ اس کی رائے کا خلاصہ تھا۔٦

ایما کی اچانک خودکشی کی خبر سن کر بھی اسے کوئی افسوس نہ ہوا۔رودولف درحقیقت تنہائی پسند ،غیر جذباتی ،اپنی خوشیوں میں مگن رہنے والا انسان تھا۔

اویسواوے کا کردار فلابیئر کی سائنسی تعقل پسندی کا بہترین مظہر ہے۔فلابیئر کی قنوطیت ناول کے آخر میں ظاہر ہوتی ہے جب اویسواوے کی ناموری ،شہرت اور جیت کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔فلابیئر کے کردار معمولی انسان ہیں جنھیں پڑھتے وقت محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے پڑوسی ہیں۔مادام بواری کے کردار بہت محدود ذہنی فراست رکھتے ہیں۔کبھی تو وہ پر

خلوص ،نیک نیت ،دل گداز معلوم ہوتے ہیں اور کبھی ان میں سوقیانہ پن اور کم ظرفی نظر آتی ہے۔بعض اوقات واضح چیزوں کے بارے میں بے خبر نظر آتے ہیں۔ ان میں قوت فیصلہ کی کمی ہوتی ہے۔ یہ ناول انسانی حماقتوں اور بے لطفی کا مطالعہ ہے۔وہ لوگ جو اپنے خوابوں اور حقیقی زندگی میں فرق نہیں قائم کر سکتے۔موجودہ دور میں اگر دیکھا جائے تو مـــادام بـواری انسانی اعصابی بدنظمی کا مطالعہ ہے۔متوسط طبقے کا ایک عمیق مشاہدہ ہے۔

> متوسط طبقے کا ہر آدمی جوانی کے جوش میں ،ایک دن یا ایک لمحے ہی کے لیے سہی ،مگر اپنے آپ کو شدید سے شدید اور وسیع سے وسیع جذبات ،اور بلند سے بلند کارناموں کے قابل سمجھتا ضرور ہے۔۷

علاوہ ازیں لوگوں کے آگے بڑھنے کے طور طریقے ،دستور ،اساطیری کہانیاں ،منافقت پر بھی ناول میں خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔کرداروں کے تفاعل کے دوران ان کی نا اہلی ثابت ہوتی ہے۔ان تمام عناصر کی روشنی میں یہ ناول انیسویں صدی کے نصف کو ظاہر کرتا ہے ۔نقادوں کے نزدیک ناول کی ہیروئن ایما بواری اور سن کیلرسوزسن سٹریٹ کی رہائش پذیر خاتون کے ایک جیسے حالات ہیں ۔قوت متخیلہ کی کمی بیشی کے علاوہ دونوں کے مسائل بھی ایک جیسے ہیں۔

فلابیئر نے ناول کے موضوع کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کروانے کے لیے بہت دلچسپ طریقہ ہائے کار اپنائے۔ناول کے ہر باب میں بے شمار ایسے مناظر ہیں۔باب اول میں فلابیئر نے ایک طرف دیہاتی زندگی اور دیہاتی شادی کا منظر دکھایا ہے وہیں مارکویس بال کی تقریب جو مکمل طور پر شہری زندگی کے طرز پر ہے پیش کرتا ہے۔اس کے علاوہ جب زراعتی میلے میں مقرر تقریر کررہا ہوتا ہے تو ناول کا ایک اہم کردار رودولف مسلسل مقرر کے ہر ہر جملے پر تنقید کررہا ہوتا ہے۔ناول میں شارل بواری کی دونوں بیویاں دوبوک اور ایما بواری آپسمیں ہر لحاظ سے جداگانہ خیالات کی حامل ہوتی ہیں۔ایما بواری کے دونوں عاشق متضاد و متخالف شخصیت کے مالک ہیں۔ایما بواری کی تخیلاتی زندگی کے بارے میں تصورات و خیالات اور ان کے برعکس حقیقی زندگی جس میں وہ رہ رہی ہوتی ہے اسکی امیدوں اور حاصلات کا موازنہ نظر آتا ہے۔ناول کے آخر میں جب وہ ایک پرسکون موت کی خواہش کرتی ہے تو اسے موت کی کرب ناک اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

فلائیبر کے اس ناول ''مادام بواری''میں رمزیت (symbolism) بھی پائی جاتی ہے۔بقول سوسن کے لینگر، علامت:

> اپنی متعلقہ شے کی نمائندگی کا فریضہ ہی انجام نہیں دیتیں بلکہ ان اشیاء کے تصورات کا ذریعہ اظہار بھی ہیں۔۔۔علامتیں اشیا کے بجائے ان کے تصورات کا بلاواسطہ آئینہ ہوتی ہیں۔۸

ناول میں جا بجا اشارئے کنائے کثرت سے نظر آتے ہیں۔مثلاً شارل بواری کے سکول کا دورانیہ باب اول میں بتایا گیا ہے۔وہ اس کی شخصیت کو ظاہر کرتا ہے کہ مستقبل میں کس حد تک جا سکتا ہے۔اس کے علاوہ اندھا بھکاری ،شارل کی پہلی بیوی کی شادی کا گلدستہ ،ایما کا شکاری کتا وغیرہ۔نقادان فن نے یہاں تک کہا کہ مـــادام بـواری کے کرداروں کے نام

بھی رمزیت کا رنگ رکھتے ہیں۔بواری خاندان کے نام (Bovine) کے مترادف ہیں۔یعنی سست رو یا بیوقوف لوگ ہیں۔مـــــادام بـــواری میں فلابیر اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ انسانی اعمال چاہے کتنے ہی اخلاقی کیوں نہ ہوں، بے نتیجہ ہیں۔معاشرتی رسوم، مذہب، قانون اور خاندانی زندگی سب بے سود اور بے نتیجہ ہیں۔وجود کی اصلی حقیقت سے مطابقت کے لیے سب کچھ بے اثر ہے۔

فلابیئر بہت ہی محنتی اور محتاط لکھاری تھا۔اس نے تقریباً پانچ سال سے زائد عرصہ مـادام بواری پر کام کیا۔ناول کا اصل مسودہ موجودہ مسودہ سے بہت بڑا تھا۔وسیع حد تک یہ تحقیقی پھیلاؤ کہانی کے خدوخال نمایاں کرتا ہے۔بعض وجوہات کی بناء پر اس مسودے میں کانٹ چھانٹ کر کے اس پھیلے ہوئے ناول کو اس مسودے کی نسبت مختصر صورت میں پیش کیا گیا ہے۔فلابیر نے نثر میں ملک کے ایک حصے کی طرف حکومت کی توجہ دلائی جہاں پہلے حکومت کی سرپرستی نہ ہونے کے سبب مسائل درپیش تھے۔اس ناول میں ایسی ایسی تقاریر کی گئیں جنھوں نے حکومت کی توجہ ان علاقوں کی طرف مبذول کروائی ۔ناول مـــــادام بـــواری پیچیدگی اور الجھاؤ کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔مگر محتاط قاری واقعات کے حوالے سے جذباتی کرداروں کے محسوسات کو بھی زیرِ غور لاتا ہے مثلاً جب ایما بواری زندگی سے بیزار ہوتی ہے تو اس کی زندگی کے ہر لمحے کی تفصیل دکھائی گئی ہے جو اکتاہٹ کا سبب بنتی ہے۔لیکن خوشیوں کی طرف ایما کی مضطرب تلاش ، لے اوں سے ربط قائم کرنا ۔ایسے میں ایما اور قاری کی اکتاہٹ چند لمحوں میں ختم ہوجاتی ہے۔

مـادام بـواری سے پہلے بھی ناول لکھے جاتے تھے اور بعد میں بھی لکھے گئے مگر اس کی بے مثال نثر اور اسلوب کا ہم پلہ کوئی نہ ہو سکا۔اس کے اسلوب ہی کی وجہ سے محمد حسن عسکری نے اس فرانسیسی ناول کا اردو میں ترجمہ کیا۔محمد حسن عسکری ایک صاحب اسلوب اور رجحان ساز افسانہ نگار، تنقید نگار، مترجم تھے۔شاید ہی کوئی اور نقاد ہمارے ادب میں زیادہ موضوعِ گفتگو رہا ہو، جتنا محمد حسن عسکری رہے۔وہ ہماری ادبی تاریخ کا بہت اہم اور انتہائی لائق توجہ باب ہیں۔محمد حسن عسکری نے ابتداً جو ترجمے کیے ان کا محرک معاشی مسئلہ تھا جس نے انھیں تعلیم سے فراغت کے بعد کافی پریشان رکھا تھا۔1946-1947ء میں ان کا مکتبہ جدید لاہور سے تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ وہ ان کے لیے ترجموں کا کام کر رہے تھے۔یہ بہت کم لوگوں کو اندازہ ہوگا کہ ان کے ترجمہ کئے گئے ناول آخری سلام ،مادام بواری ،اور سرخ و سیاہ بڑی حد تک روزی کمانے کے لیے ترجمے کیے گئے تھے''۔حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کے روزی کمانے کے خاطر کیے گئے ترجمے بھی آج تک اپنی زبان و بیان کی خوبیوں اور اسلوب کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہیں۔

مادام بواری کے ترجمے میں محمد حسن عسکری، فلوبیر کے مخصوص اسلوب اور نثری مسائل سے بخوبی عہدہ برآ ہوتے نظر آتے ہیں۔1950ء میں عسکری نے مـــــادام بـواری کا ترجمہ کیا۔یہ ترجمہ شروع کرنے سے قبل یہی سوچتے رہے کہ یہ کتاب بہت محنت طلب ہے لیکن کیا مجھے اس کا کوئی معقول معاوضہ بھی دے گا یا نہیں؟ لیکن اکتوبر 1947ء میں پاکستان چلے آنے کے بعد انھوں نے اس کام کو کرنے کی ٹھان لی۔ترجمے کا ڈھنگ بھی انوکھا تھا۔کتاب پکڑ کر ترجمہ بولنا شروع

کر دیتے اور ان کے چھوٹے بھائی لکھتے جاتے۔جب کچھ صفحوں کا مواد تیار ہو جاتا تو مکتبہ جدید کو وہ مواد بھیج دیتے تھے۔بیشتر فرانسیسی ناولوں کے تراجم انہوں نے براہ راست فرانسیسی سے نہیں بلکہ انگریزی سے کیے ہیں۔

مـــــادام بـــواری ایک ایسا ناول ہے جو اپنے موضوع کی نسبت اپنے پیچیدہ اسلوب بیاں کی وجہ سے چیلنج بنتا ہے۔فلابیر کا اسلوب حسن وفن کاری کا شاہکار ہے۔اس لیے ایسے اسلوب بیان کو تمام فنی تقاضوں کے ساتھ اردو کے قالب میں ڈھالنا مترجم کے لیے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔فلابیر نے مختلف طرح کے تصوارت و خیالات کے تقابل یا تضاد کو ایک ہی جملے میں لکھ دیا ہے۔عسکری نے ان جملوں کے مطالب لکھنے کے بجائے ان کو اسی انداز میں اردو کے قالب میں ڈھال کر ایک نیا اسلوب وضع کرنے کی کوشش کی ہے۔

فلابیر نے اس میں معنی اور تاثر آفرینی کے لیے جملوں کے آہنگ ،پیراگراف کی تشکیل مختلف قسم کے تصوارت و خیالات کو ایک ہی جملے میں درج کرنے اورحتی کہ رموز و اوقاف تک سے کام لیا ہے۔ان نزاکتوں کو اردو جیسی زبان میں ڈھالنا جس میں زبان و بیان کی خوبی صرف سلاست اور روانی ہی سمجھی جاتی ہے جان جوکھم میں ڈالنے کے برابر تھا۔مگر عسکری نے اپنی حد تک یہ کر دکھایا ہے۔لیکن وہ اپنے ترجمے کو ناکام کہتے رہے جیسا کہ انہوں نے لکھا:

> میرے جس ترجمے کو غور سے پڑھا جانا چاہیے تھا وہ ہے مـــادام بـواری یعنی ایک ناکام ترجمے کی حیثیت سے۔اول تو اس کتاب کا صحیح ترجمہ آج تک ہوا ہی کون سی زبان میں ہے اردو تو پھر بچی ہے۔یہ کتاب تو اس قابل ہے کہ اردو کے آٹھ دس ادیب مل کر اسے ترجمہ کرتے اور اس پر تین چار سال لگاتے ،تب جا کر کہیں کچھ بات بنتی ۔میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کتاب میں نثری اسلوب کے جتنے مسائل سامنے آتے ہیں میں نے ان سب کو سمجھ لیا ہے۔اس کام کے لیے بھی سال بھر چاہیے ۔بہر حال جو دو ،چار باتیں میرے پلے پڑیں وہ میں نے اردو میں پیدا کرنا چاہیں۔مثلاً ایک تو میں نے کوشش کی کہ فلابیر نے علامات اوقاف کے زریعے جو معنی پیدا کیے ہیں ویسے ہی میں کروں۔لیکن کاتب نے گڈ مڈ کر کے رکھ دیا''۹

ان مشکلات کا بیان کرتے وقت عسکری کہتے ہیں کہ اس سے اگر اردو عبارت کے گنجلک ہونے کی شکایت ہوتو اس کا بہترین حل یہ ہے کہ کوئی اور صاحب اس سے بہتر ترجمہ کر کے دکھائیں ۔مـــادام بـواری اگر ناکام ترجمہ تھا تو محمد حسن عسکری کے اعتبار سے تھا۔ڈاکٹر عزیز ابن الحسن اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ

> ایک بات ذاتی تجربے کی بناء پر عرض ہے کہ مادام بواری کا یہ ترجمہ پڑھتے ہوئے کم از کم اس کا کوئی انگریزی ترجمہ ہی سامنے رکھ لیا جائے تو عسکری کی محنت کی داد اہم آج بھی دیئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔۱۰

فلابیئر کا اسلوبِ نثر منفرد نوعیت کا حامل ہے۔وہ مشاہدات کی نسبت نثر کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہے۔اس لیے والٹر پیٹر نے فلابیر کو اسلوب کے شہید کا درجہ دیا ہے۔اور ایذرا پاؤنڈ جیسے بڑے شاعر نے یہاں تک کہہ دیا کہ میرا خیال ہے کہ

کوئی بھی شخص فلابیر کی نثر کو جانے بغیر اچھی شاعری نہیں کر سکتا یا دوسرے لفظوں میں اس نے مادام بواری نہ پڑھا ہو۔فلا بیر کے بعد فرانسیسی ادب میں بہت سے ادیبوں نے اس کے اثرات قبول کئے۔ گوں کور برادران (1822-1896) کے نام سے معروف دو بھائیوں نے حقیقت نگاری کا سچا بچاری ہونے کے لیے باقاعدہ اخبارات کے تراشے تک شامل کر لیے تھے۔مگر محدود نقطہ نظر ہونے کی وجہ سے وہ زندگی کا بمشکل ایک ہی پہلو پیش کر سکے تھے۔ان کے نظریات فلابیر کے نظریات کے تابع تھے۔انہوں نے انسان کی جنسی خواہشات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ان کو فطرت نگار نہیں کہا جا سکتا۔اسی طرح ایمائیل زولا نے فلابیر کے نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر باقاعدہ فطرت نگاری کا آغاز کیا۔زولا بھی فطرت نگاری کی اس سطح تک نہیں پہنچ پایا جہاں فلابیر تھا۔اس کے برعکس موپساں (۱۸۵۰۔۱۸۹۳) نے فلابیئر کی تقلید کی،اور اادب میں اشخاص اور واقعات و حالات کی درست عکاسی کی ،لیکن وہ اپنے ناولوں میں جدت کا کوئی پہلو نہ نکال سکا۔افسانوں میں اس کا فن اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔موپساں کے فن کو جلا بخشنے میں فلابیر کا کردار بہت اہمیت رکھتا ہے۔اس نے نہ صرف لکھنا سکھایا بلکہ اس کی مکمل تربیت اور سرپرستی کی اور تمام اہم ادیبوں شاعروں سے متعارف کروایا۔اس نے ایک شفیق استاد کی طرح موپساں کی قدم قدم پر رہنمائی کی اور موپساں نے بھی کمال سعادت کا مظاہرہ کیا۔اس تعلق کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ فلابیر اور موپساں کی ماں لوغ میں قریبی دوستی بھی تھی۔

> جب موپساں کا افسانہ ’’مومی گیند‘‘ منظر عام پر آیا تو فلابیر نے برملا اس افسانے کو ایک شاہکار افسانہ قرار دیا اور پیشن گوئی کی کہ یہ افسانہ زندہ رہنے والے افسانوں میں سے ہے۔۔۔‘‘۱۱

اردو ادب میں حقیقت نگاری فرانس اور روس سے براہ راست آنے والی تحریک ہے۔فرانس میں حقیقت کی ہو بہو تصویر کشی کی ترغیب ملتی ہے۔اس لیے فلابیر نے سلامبو لکھتے ہوئے مناظر کی پیش کش کے لیے مصر کا سفر اختیار کیا اور مادام بواری کے جنازے کے بیان کے لیے وہ میت کے کئی جلوسوں میں شریک ہوا۔اردو ادب میں پریم چند،سعادت حسن منٹو،غلام عباس کے ہاں حقیقت نگاری کے عناصر ملتے ہیں انہوں نے حقیقت نگاری میں توازن سے کام لیا تاکہ ادبی چاشنی بھی قائم رہے اور وہ اپنے مطمع نظر کو بھی چھو لیں ۔پریم چند فلابیر کی طرح زندگی کو ایک فرد کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک معاشرے کی تصویر بنا کر کہانی میں پیش کرتے ہیں۔پریم چند سے تھوڑا پہلے دیکھیں تو اس کی اولین شکل حقیقت نگاری کی سرسید احمد خان کے ہاں نظر آتی ہے اور مولانا حالی بھی نیچرل شاعری کے زمرے میں حقیقت نگاری کا ہی درس دیتے رہے۔نذیر احمد،سرشار،اور رسوا عصری صداقتوں کو ناول کی صورت میں مصور کرتے نظر آتے ہیں،اس طرح ان کے ہاں کہانی کے موضوعات ،کردار اور فضا و ماحول کا دائرہ خارجی حقائق سے قریب ہوتا جاتا ہے۔

فرانس میں انیسویں صدی کے وسط تک ناول صرف مافوق الفطرت یا ذاتی واردات نہیں رہا بلکہ ناول نگار عوامی ذوق کو جو کہ سائنس کی طرف تھا، کے مطابق ادبی تخلیقات وجود میں لانی پڑیں ۔بظاہر فلابیئر بھی اپنے کرداروں کو ان کی روز مرہ زندگی کے مطابق لے کر آگے بڑھتا ہے۔اس میں اپنا سوچ و استدلال شامل نہیں کرتا۔مگر ڈاکٹر یوسف حسین خان

نے فلابیئر کا ایک خط اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بالزاک کی طرح حقیقت اور تخیل کو ساتھ لے کر چلنا چاہتا ہے۔

> میرے اندر دو شخص ہیں جو ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ایک کو گھن گرج،غنائیت،شہ باز کی سی بلند پروازی کا شوق ہے۔اس کے خیالات بلند اور طرز ادا میں موسیقیت کا رس ہے۔دوسرے کا مشغلہ حقیقت کی کرید اور صداقت و اصلیت کا کھوج لگانا ہے۔وہ چھوٹے بڑے سب واقعات پر تنقیدی نظر ڈالتا ہے وہ چاہتا ہے کہ جو کچھ بھی تخلیق کرے اسے دوسرے حقیقی طور پر محسوس کرنے لگیں۔۔۱۲

ناول میں فلابیر علت و معلول کے مطابق اپنے کرداروں کو آگے بڑھنے دیتا ہے۔جس میں علت ان کا ماحول اور معلول ان کا عمل بن جاتا ہے۔وہ جارحیت کا حامی ہے اور رومانویت کے داخلی تجربات کو تخلیق میں سمونے کے قائل نہیں۔وہ خارجی عناصر کو پوری تحقیق اور تجربے کے بعد فنی تخلیق کا موضوع بنائے جانے کا قائل تھا۔اس بنا پر ناول مادام بواری میں حقیقت،نفسیاتی کشمکش اور تخیل سب کچھ یکجا نظر آتا ہے۔

فلابیئر انیسویں صدی کے یورپی ادیبوں میں سب سے اہم ادیب تھا۔اس نے فرانسیسی ناول کو ترقی دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔فرانسیسی ادب میں مادام بواری نے حقیقت نگاری کی روایت کی بنیاد ڈالی اسی وجہ سے عالمی ادب میں اسے کلاسیک کا درجہ ملا۔اردو زبان خوش قسمت ہے کہ محمد حسن عسکری کے قلم سے ترجمے کی صورت میں یہ ناول اردو میں بھی دستیاب ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فلابیئر، گستاؤ، مادام بواری مترجم: عسکری،محمد حسن،مکتبہ جدید،لاہور،۱۹۵۰ء،ص ۶

۲۔ فلابیئر، گستاؤ، مادام بواری،مترجم: عسکری،محمد حسن،مکتبہ جدید،لاہور،۱۹۵۰ء،ص ۱۷۰

۳۔ فلابیئر، گستاؤ، مادام بواری،مترجم: عسکری،محمد حسن،مکتبہ جدید،لاہور،۱۹۵۰ء،ص ۱۹

۴۔ فلابیئر، گستاؤ، مادام بواری،مترجم: عسکری،محمد حسن،مکتبہ جدید،لاہور،۱۹۵۰ء،ص ۶۶،۶۷

۵۔ فلابیئر، گستاؤ، مادام بواری،مترجم: عسکری،محمد حسن،مکتبہ جدید،لاہور،۱۹۵۰ء،ص ۴۴۵

۶۔ فلابیئر، گستاؤ، مادام بواری،مترجم: عسکری،محمد حسن،مکتبہ جدید،لاہور،۱۹۵۰ء،ص ۳۱۲

۷۔ فلابیئر، گستاؤ، مادام بواری،مترجم: عسکری،محمد حسن،مکتبہ جدید،لاہور،۱۹۵۰ء،ص ۴۴۵

۸۔ سوسن کے لینگر،فلسفہ کا نیا آہنگ،مترجم: بشیر احمد،غلام علی اینڈ سنز کراچی،ص ۹۹

۹۔ عسکری،محمد حسن،ستارہ یا بادبان،مکتبہ سات رنگ،کراچی،۱۹۶۳،ص ۱۴۲

۱۰۔ عزیز ابن الحسن،ڈاکٹر،محمد حسن عسکری شخصیت اور فن،اکادمی ادبیات پاکستان،اسلام آباد،۲۰۰۷،ص۹۴

۱۱۔ موپساں،موسی گیند،مترجم:کوثر محمود،ڈاکٹر،علی پلازہ مزنگ روڈ،کراچی،۲۰۰۸ء،ص۱۵۸

۱۲۔ خان،یوسف حسین،فرانسیسی ادب،انجمن ترقی اردو،علی گڑھ،۱۹۶۲ء،ص ۳۴۹